AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

تنخواہ اور پیشہ ورانہ آمدن پر زکوٰۃ: روایتی اصول اور معاصر اجتہادات کا تقابلی مطالعہ

Zakat on Salaries and Professional Income: A Comparative Study of Classical Principles and Contemporary Ijtihād

Muhammad Afaq
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Govt. College University, Faisalabad
afaqginum1122@gmail.com
Dr. Hamid Hammad
Assistant Professor of Islamic Studies, Govt. College University, Faisalabad

Abstract

This study undertakes a critical comparative analysis of classical Islamic jurisprudential principles and contemporary scholarly interpretations concerning the obligation of zakat on salaried income and professional earnings. While traditional Islamic law primarily applies zakat to specific asset classes—such as gold, silver, trade goods, agricultural produce, and livestock—the rise of salaried employment and freelance professions in modern economies necessitates renewed ijtihād (independent reasoning) to address new economic realities. The paper evaluates two major approaches:The Traditionalist Framework (represented by scholars such as Mufti Taqi Usmani and Khalid Saifullah Rahmani) restricts zakat to asset categories explicitly mentioned in foundational texts. According to this view, zakat on income is only obligatory if the wealth meets the niṣāb (minimum threshold) and remains in possession for a full lunar year (ḥawl). The Contemporary Reformist Approach (notably advanced by Dr. Yusuf al-Qaradawi and Javed Ahmad Ghamidi) reclassifies salaried income and professional earnings as māl al-mustafād (newly acquired wealth). These scholars argue for the immediate imposition of zakat upon receipt of income—without requiring the passage of a year—drawing analogies to agricultural produce due to the recurring and productive nature of such income. They propose zakat rates of either 2.5% on net income or 5–10%, based on the involvement of capital. The study further examines the scriptural evidences, legal reasoning, and socio-economic implications offered by each viewpoint, addressing the tensions between textual adherence, practical applicability, and the overarching objectives (maqāṣid al-sharīʿah) of the zakat system. The conclusion advocates for a hybrid, context-sensitive approach, integrating traditional jurisprudential boundaries with contemporary socioeconomic needs. It suggests the feasibility of implementing a withholding-based zakat collection model—analogous to income tax systems—as a practical mechanism for modern Muslim societies to enhance the reach, fairness, and effectiveness of zakat distribution.

Keywords: *Zakat on salary, Māl al-mustafād, Islamic economics, Contemporary fiqh, Niṣāb and ḥawl, Ijtihād in Islamic finance, Professional income and zakat.*

تعارف موضوع

اسلامی معاشی فکر کا سنگ بنیاد، زکوٰۃ، محض ایک عبادتی رسم نہیں بلکہ ایک متحرک اور فعال معاشی و سماجی ادارہ ہے جو ہر دور کے مالیاتی ڈھانچوں میں اپنی معنویت برقرار رکھتا ہے۔ اسلامی فقہ کی یہ خوبی ہے کہ وہ نئے اقتصادی اور معاشرتی چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھتی ہے۔ موجودہ دور میں، جہاں معیشت کا انحصار زرعی پیداوار یا روایتی تجارت سے بڑی حد تک ملازم پیشہ (Salaried Class) اور آزاد پیشہ ور افراد

(Professionals and Freelancers) کی آمدنی پر منتقل ہو چکا ہے، وہیں زکوٰۃ کے احکام کے اطلاق سے متعلق نئے اور اہم سوالات نے جنم لیا ہے۔ آج کروڑوں افراد کی گزر بسر کا دارومدار ماہانہ تنخواہوں، ڈاکٹروں، وکلاء، انجینئرز، کنسلٹنٹس اور دیگر ہنر مندوں کی فیسوں پر ہے، جو کلاسیکی فقہی ادوار میں آمدن کی غالب شکل نہیں تھی۔ لہٰذا، اس "نئے مال" پر زکوٰۃ کے وجوب، نصاب، اور طریقہ کار کا تعین عصر حاضر کا ایک اہم فقہی موضوع ہے۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے دو بنیادی زاویے موجود ہیں۔

پہلا روایتی فقہی اصول ہے، جو کلاسیکی فقہی ذخیرے میں "مالِ مستفاد" (نئی حاصل شدہ آمدنی) کے عنوان کے تحت ملتا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک اس اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ تنخواہ اور پیشہ ورانہ آمدنی کو کسی بھی دوسرے نقد مال کی طرح سمجھا جائے گا، جسے دیگر قابل زکوٰۃ اثاثوں میں شامل کر کے "حولانِ حول" یعنی سال گزرنے پر بچ جانے والی رقم پر 2.5 فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ دوسرا زاویہ معاصر اجتہادات کا ہے، جس میں جدید فقہاء نے موجودہ معاشی حقائق کے پیش نظر اس مسئلے پر از سر نو غور کیا ہے۔ بعض معاصر اہل علم کا موقف ہے کہ تنخواہ اور پیشہ ورانہ آمدنی کی نوعیت مسلسل اور متواتر ہونے کی وجہ سے زرعی پیداوار یا معدنیات سے زیادہ قریب ہے، لہٰذا اس پر سال گزرنے کی شرط لگانا روحِ زکوٰۃ سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں، اور اس کی کل یا خالص آمدن پر (بغیر بچت کی شرط کے) ایک متعین شرح سے زکوٰۃ عائد ہونی چاہیے۔ یہ تحقیق اسی پس منظر میں ان دونوں فکری دھاروں کا ایک تقابلی مطالعہ پیش کرتی ہے۔ اس جائزے کا مقصد روایتی اصولوں کی بنیادوں اور معاصر اجتہادات کے محرکات کو سمجھنا ہے۔ ہم دونوں مکاتب فکر کے منہج استدلال، ان کے پیش کردہ قرآنی و حدیثی دلائل، اور ان کے پیچھے کارفرما مقاصد شریعت کا تجزیہ کریں گے۔ اس تقابل سے نہ صرف ان آراء کے مابین فکری گہرائی اور وسعت واضح ہوگی، بلکہ ایک عام مسلمان کو بھی یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ جدید دور میں اپنی آمدنی پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے حوالے سے کون سا طریقہ اس کے حالات اور شریعت کے مقاصد سے زیادہ قریب ہے۔ تنخواہوں اور آزاد پیشوں کی آمدنی سے متعلق اہم عصری مسائل درج ذیل ہیں:

i. موجودہ معیشت میں کثیر تعداد میں لوگ صرف تنخواہ یا ماہانہ آمدنی پر انحصار کرتے ہیں۔ کیا یہ آمدن زکوٰۃ کے دائرے میں آتی ہے؟
ii. آزاد پیشہ ور افراد جیسے فری لانسرز، وکلا، ڈاکٹرز، کنسلٹنٹس، یوٹیوبرز، اور گھریلو محنت کش وغیرہ کی آمدن غیر مستقل ہوتی ہے، اس پر زکوٰۃ کا کیا معیار مقرر کیا جائے؟
iii. بہت سی آمدن ماہ بہ ماہ خرچ ہو جاتی ہے، اور پورے سال محفوظ نہیں رہتی۔ کیا ایسی آمدن پر بھی زکوٰۃ ہے؟
iv. کیا تنخواہوں اور آزاد آمدنی پر زکوٰۃ کے لیے نصاب اور سال گزرنے کی شرط لاگو ہوگی یا نہیں؟
v. کیا ان آمدنیوں کو عشر کی قبیل سے سمجھا جائے یا مالی زکوٰۃ کی نوعیت دی جائے؟

روایتی فقہی اصول:

تنخواہ اور پیشہ ورانہ آمدنی پر زکوٰۃ کے حوالے سے معاصر اجتہادات کو سمجھنے کے لیے لازم ہے کہ پہلے ان روایتی اصولوں کا جائزہ لیا جائے جو کلاسیکی فقہاء نے صدیوں پہلے وضع کیے تھے۔ کلاسیکی فقہی ذخیرے میں تنخواہ، مزدوری، یا کسی بھی قسم کی پیشہ ورانہ فیس کو براہِ راست الگ عنوان کے تحت بیان نہیں کیا گیا، بلکہ ان سب کو "مالِ مستفاد" یعنی 'نئی حاصل شدہ آمدنی (Newly Acquired Wealth) کے وسیع اصول کے تحت رکھا گیا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN:3006-6921

جمہور فقہاء (احناف، شوافع اور حنابلہ کی غالب رائے) کے نزدیک مالِ مستفاد کا حکم کسی بھی دوسرے نقد مال (سونا، چاندی، کرنسی) سے مختلف نہیں۔ اس روایتی موقف کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اس نئی آمدنی کو فوراً قابلِ زکوٰۃ نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ اسے مالک کے پہلے سے موجود قابلِ زکوٰۃ اثاثوں میں شامل کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس مجموعی مال پر زکوٰۃ کے وجوب کے لیے دو بنیادی شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے: ☆نصاب تک پہنچنا اور اس پر ☆حولانِ حول یعنی ایک قمری سال کا گزرنا۔ لہٰذا، روایتی نقطہ نظر کے مطابق، زکوٰۃ کُل آمدنی پر نہیں، بلکہ سال کے اختتام پر اخراجات کے بعد بچ جانے والی رقم پر 2.5 فیصد کے حساب سے ادا کی جائے گی۔ یہاں اسی اصول کی بنیاد پر معاصر اجتہادات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

معاصر فقہاء کے اجتہادات:

بیسویں اور اکیسویں صدی نے عالمِ اسلام کو فکری، تہذیبی اور معاشی سطح پر ایسے جدید چیلنجز سے روشناس کرایا ہے جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ ان تبدیلیوں کے بطن سے ایسے نئے اور پیچیدہ مسائل نے جنم لیا جن کے حل کے لیے کلاسیکی فقہی ذخیرے سے براہِ راست رہنمائی ہمیشہ ممکن نہ تھی۔ اس فکری خلا کو پر کرنے اور امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے دورِ حاضر کے مسلم مفکرین اور فقہاء نے اجتہاد کے ذریعے قرآن و سنت کی ابدی تعلیمات کو عصری حقائق پر منطبق کرنے کی گراں قدر کوششیں کی ہیں۔ اس ضمن میں، عالمِ اسلام کے چار ممتاز اور فکری طور پر متنوع اہلِ علم کی آراء کا مطالعہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے: عالمِ عرب کے معروف فقیہ شیخ یوسف القرضاوی، جن کی تحقیقات نے فقہ الزکوٰۃ اور مقاصدِ شریعت کو نئی جہت دی؛ پاکستان کے جید عالم اور اسلامی مالیات کے ماہر جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی، جو روایتی علوم میں رسوخ کے ساتھ جدید معاشی مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں؛ ہندوستان کے نامور محقق مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جو اجتماعی اجتہاد اور فقہ الاقلیات کے میدان میں ایک معتبر حوالہ ہیں؛ اور معروف اسکالر جاوید احمد غامدی، جو اپنے مخصوص اصولِ تحقیق اور براہِ راست قرآن و سنت سے استنباط کے منفرد منہج کے لیے جانے جاتے ہیں۔ یہ مضمون ان چاروں شخصیات کے نمایاں اجتہادات کا ایک تجزیاتی جائزہ پیش کرے گا، جس میں ان کے منہجِ استدلال، دلائل اور ان کے فکری نتائج کا تقابلی مطالعہ کیا جائے گا تاکہ عصرِ حاضر میں اسلامی فقہ کی حرکیات اور فکری تنوع کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔ قدیم فقہی متون میں زکوٰۃ کا اطلاق زیادہ تر زرعی پیداوار، مویشیوں، تجارت اور نقدی پر ہوتا تھا۔ لیکن آج دنیا کی بڑی آبادی کی آمدن تنخواہوں اور آزاد پیشوں سے منسلک ہے۔ ان ذرائع کو شریعت کی روشنی میں زکوٰۃ کے قابل مال کے دائرے میں لانے کے لیے معاصر فقہاء نے مختلف اجتہادی آراء پیش کی ہیں۔ اور بہت سے معاسرین نے ایسی آمدن کو زکوۃ سے مستثنٰی بھی قرار دیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ عصر حاضر کے علماء کی آمدنیوں سے متعلق آراء کا بغور مطالعہ کیا جائے، جو درج ذیل ہے:

1. ڈاکٹر یوسف القرضاوی

تنخواہوں اور آزاد پیشوں سے حاصل ہونے والی آمدنی مالِ مستفاد کے ذیل میں آتی ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی مالِ مستفاد کے بارے میں درج ذیل رائے دیتے ہیں

"رأيي هو أن المال المستفاد، مثل راتب الموظف وأجرة العامل ودخل الطبيب والمحامي والمهندس، وكذلك رأس المال غير التجاري مثل السيارات والسفن والطائرات والمطابع والزيوت والأندية ونحوها، تجب فيه الزكاة عند القبض من غير اشتراط مرور الحول۔"[1]

(میری رائے یہ ہے کہ مال مستفاد مثلاً ملازم کی تنخواہ، مزدور کی اجرت، ڈاکٹر، وکیل اور انجینئر کی آمدنی اور غیر تجارتی راس المال

1. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, Bayrūt: Muʾassasat al-Risālah, 1973, 1/513

مثلاً موٹروں، جہازوں، ہوائی جہازوں، مطابع، ہوٹل اور کلب وغیرہ کی آمدنی پر سال گزرنے کی شرط کے بغیر قبضے کے وقت زکوۃ عائد ہو جائے گی۔)

اس اہم موضوع پر اپنی رائے کی وضاحت کے لیے ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب فقہ الزکوۃ میں درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

i. ہر مال پر اور مال مستفاد پر بھی سال گزرنے کی شرط کے بارے میں کوئی صحیح یا حسن درجے کی نص موجود نہیں ہے، جس سے مطلق نصوص مقید ہو جائیں۔ البتہ بعض صحابہ کرام کے اقوال صحت کے ساتھ مروی ہیں مگر صحابہ کرام اور تابعین کے مابین مال مستفاد کے بارے میں اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک سال گزرنے کی شرط ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہے اور مال کے حاصل ہوتے ہی زکوۃ ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کے مابین اختلاف رائے کی صورت میں کسی قول کے ترجیح کی کوئی صورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان اقوال کو دیگر نصوص اور عام قواعد اسلام کے تناظر میں دیکھا جائے۔[2]

ii. مال مستفاد میں سال گزرنے کی شرط نہ ہونا نصوص کے عموم اور اطلاق کے زیادہ قریب تر ہے اس لیے کہ وجوب زکوۃ سے متعلق قرآن وسنت کی نصوص عام اور مطلق ہیں اور ان میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔ مثلاً یہ فرمان الٰہی کہ: "يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ"[3] مَا كَسَبْتُمْ کا لفظ عام ہے جو ہر کسب کو شامل ہے خواہ وہ بذریعہ تجارت ہو، ملازمت ہو یا کسی بھی پیشہ کے ذریعے ہو۔ اس آیت سے فقہانے تجارت پر زکوۃ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس لیے اگر ہم اس آیت سے کسب عمل اور پیشوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوۃ ہونے کا استدلال کریں تو یہ استدلال بھی درست ہونا چاہیے۔ اور فقہانے سامان تجارت پر سال گزرنے کی شرط اس لیے عائد کی ہے تاکہ اصل مال میں اور اس کے فوائد میں ایک مدت قائم ہو جائے، کیونکہ تجارت میں منافع تدریجاً حاصل ہوتا ہے جب کہ تنخواہیں وغیرہ مستقل اور مقرر ہوتی ہیں۔[4]

iii. فصل کاشت کرنے والے سے اگرچہ زمین اس کے پاس اُجرت پر ہو، اس کی فصل پر عشر یا نصف عشر زکوۃ واجب ہے تو ہم ایک ملازم اور ڈاکٹر سے اس کی آمدنی پر چالیسواں حصہ کیوں نہ لیں؟ جب کہ اللہ سبحانہ نے سورہ بقرہ کی اول الذکر آیت میں کسب عمل اور زمین کی پیداوار دونوں پر انفاق کا حکم دیا ہے، تو ہمیں بھی ان دونوں اقسام کے انعامات میں تفریق نہیں کرنی چاہیے۔[5]

iv. مال مستفاد پر سال گزرنے کی شرط کے یہ معنی ہوں گے کہ بڑی تنخواہیں پانے والے ملازمین اور آزاد پیشوں کی کثیر آمدنیاں وجوب زکوۃ سے بچ جائیں گی۔ کیوں کہ یہ لوگ دو قسم کے ہو سکتے ہیں یا تو وہ اپنی حاصل آمدنیوں کو مختلف بار آور اور منافع بخش کاموں میں تھوڑا تھوڑا کر کے لگاتے رہیں گے، یا وہ فضول خرچ اور عیش کوش قسم کے لوگ ہوں گے کہ اُن کی جتنی بھی آمدنی ہو وہ اسے خرچ کر ڈالیں گے اور سال گزرنے کے بعد کچھ نہیں بچے گا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ زکوۃ صرف ان لوگوں پر عائد ہوگی جو اعتدال کے ساتھ گزر کرتے اور اسراف سے بچتے اور متوازن

---

2. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520
3. Al-Baqarah, 2:267
4. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520
5. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN:3006-6921

زندگی گزرتے ہیں اور اپنی آمدنی میں سے کچھ بچت کرتے ہیں جس پر سال گزرتا ہے، اور یہ بات حکمت شریعت کے برخلاف ہے کہ مسرفین اور فضول خرچی کرنے والوں کو زکوۃ سے چھوٹ مل جائے اور معیانہ رو اور متوازن لوگوں پر زکوۃ عائد ہو جائے۔[6]

v. مال مستفاد پر سال کے گزرنے کی شرط ہونے سے ایسا تناقض اور تضاد لازم آتا ہے جو سراسر عدل اسلامی اور حکمت زکوۃ کے برخلاف ہے۔ مثلاً ایک شخص اُجرت پر زمین لے کر اس پر کاشت کرتا ہے تو مشہور مسالک فقہی میں فتوی یہ ہے کہ اگر اس کی پیداوار کٹائی کے وقت پچاس مصری کیل کے بقدر ہوئی تو اس پر عشر اور نصف عشر زکوۃ لی جائے گی۔ لیکن زمین کا مالک جو سیکڑوں اور ہزاروں دینار زمین کے کرائے کے لیتا ہے اس پر فقہی مسالک کے فتوئی کے لحاظ سے زکوۃ نہیں ہے کیوں کہ ان سیکڑوں اور ہزاروں دیناروں پر ان کے نزدیک سال گزرنے کی شرط ہے اور اس ضمن میں آجاتے ہیں ڈاکٹر اور وکیل اور ٹیکسیوں اور ہوٹلوں کے مالک۔ یہ تضاد اس لیے رونما ہوا ہے کہ ہم نے غیر ضروری طور پر فقہا کے اجتہادات اور اُن کے فقہی اقوال کو تقدس کا درجہ دے دیا ہے۔[7]

vi. مال مستفاد کے ملتے ہی اس پر زکوۃ عائد ہونے کا قول مستحقین زکوۃ کے حق میں زیادہ فائدہ مند ہے اور اس مال پر زکوۃ کے عائد ہونے سے زکوۃ کے بیت المال کو ایک بہت بڑی رقم حاصل ہو سکتی ہے اور اس کا حصول حکومت کے لیے زیادہ آسان اور دینے والوں کے لیے زیادہ سہل ہو گا۔[8]

vii. ان مستفاد آمدنیوں پر زکوۃ کا وجوب عام اسلامی ہدایات کے مطابق اور ایک مسلمان کے دل میں اس سے ہمدردی ایثار نیکی اور بخشش کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور معاشرے کا احساس اور اس کے بوجھ اٹھانے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے جو کہ ایک مسلم معاشرے میں ہر مسلمان کی خصوصیات ہوتی ہیں اور مسلمان کی شخصیت کا ایک حصہ ہوتی ہیں اس لیے قرآن نے متقین کے اوصاف کے بارے میں فرمایا ہے کہ:"وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ"[9] (جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔) غرض ان نو بہ نو آمدنیوں کو سال گزرنے کی شرط کی وجہ سے زکوۃ سے مستثنیٰ قرار دے دینا بہت سے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ وہ کسب کرتے رہیں خرچ کرتے رہیں اور خدا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہیں لیکن اسے راہ خدا میں خرچ نہ کریں اس اللہ کی نعمت سے کسی کے ساتھ حسن سلوک نہ کریں۔[10]

viii. اگر مال مستفاد پر سال گزرنے کی شرط نہ ہو تو یہ مال زکوۃ کے ضبط اور تنظیم میں ممد ثابت ہو گا اور اس طرح زکوۃ دہندگان اور زکوۃ کے وصول کرنے والے ادارے میں تنظیم میں زیادہ سہولت پیدا ہو گی اس لیے کہ سال گزرنے کی شرط سے یہ لازم آئے گا کہ ہر کم و بیش مال مستفاد تنخواہ معاوضہ اور دیگر آمدنیوں کی آمد کی تاریخ درج کرنا ہو گی اور سال کے اختتام کی تاریخ بھی متعین کرنا ہو گی جس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک مسلمان سال بھر میں حاصل ہونے والے مختلف مال مستفاد کی دسیوں تاریخیں منضبط رکھے گا جو کہ یقیناً ایک دشوار امر ہو گا اور اگر حکومت زکوۃ خود وصول کرے تو یہ امر اور بھی زیادہ دشوار ہو جائے گا اور زکوۃ کی وصولی اور اُس کے نظام کے چلنے میں تعویق کا سبب بنے گا۔[11]

---

6. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520
7. Aīḍan
8. Aīḍan
9. Al-Baqarah, 2:3
10. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520.
11. Aīḍan

ix. اسلام سے یہ بات بعید ہے کہ پانچ فدان کے مالک کاشت کار پر تو زکوۃ واجب ہو مگر اس عمارت کے مالک پر زکوۃ نہ ہو جسے عمارت سے پچاس فدان کی آمدنی حاصل ہوتی ہے، یا اس ڈاکٹر پر زکوۃ نہ ہو جو ایک دن میں اتنی فیسیں وصول کرلیتا ہے جتنا ایک کاشت کار پورے سال میں زمین کی پیداوار سے حاصل کرتا ہے، اور اگر اس کی زمین سے چند اردب گندم پیدا ہو جائے تو کٹائی کے وقت اس پر زکوۃ عائد ہو جاتی ہے۔اس اعتبار سے مذکورہ بالا تمام اشخاص پر زکوۃ عائد ہوتی ہے۔ اور چونکہ مشترکہ علت دونوں جانب موجود ہے تو اس قیاس کو جاری کرنا اور اس کے نتائج قبول کرنا لازم آجاتا ہے۔[12]

x. اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ رائے معتمد علیہ مسالک اربعہ سے انحراف ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی ایسی کوئی نص موجود نہیں ہے جس میں ان ائمہ کی تقلید کا حکم دیا گیا ہو اور ان کی رائے سے گریز حرام قرار دیا گیا ہو بلکہ خود ان آئمہ نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے۔[13]

مقدارِ نصاب

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے مطابق شریعت نے زرعی پیداوار کا نصاب شائد اس لیے کم رکھا ہے کہ زرعی پیداوار پر حیاتِ انسانی کا دارومدار ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ یہاں نصابِ نقود کا اعتبار کیا جائے جو 85 گرام سونا بنتا ہے کہ یہ مقدار اُس بیس مثقال کے مساوی ہے جس کا شریعت میں ذکر آیا ہے نیز یہ کہ لوگ تنخواہیں اور اجرتیں بصورت نقد لیتے ہیں اس لیے انکی زکوۃ میں نصابِ نقود ہی معتبر ہونا چاہیے۔[14]

ادائیگی زکوۃ کا طریقہ:

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے مطابق مالِ مستفاد پر ادائیگی زکوۃ کا طریقہ درج ذیل ہونا چاہیے، جس کے پاس بقدر نصاب مال مستفاد ہو اس پر مال کے قبضے میں آنے کے ساتھ ہی زکوۃ ادا کی جائے یا اسے اپنے زکوۃ کے وقت تک مؤخر کر کے باقی مال کے ساتھ زکوۃ ادا کرے، بشرطیکہ اسے خرچ ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو، اگر خرچ ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر اسی وقت زکوۃ ادا کرے اور اگر اس نے فی الواقع خرچ کر دیا ہو تو زکوۃ اس کے ذمے باقی رہے گی۔[15] مال کے قبضے میں آتے ہی وجوب زکوۃ کی رائے سے مراد یہ ہے کہ چاہے زکوۃ انفرادی طور پر ادا کی جائے یا حکومت زکوۃ وصول کرے، جب بھی یہ ادا کی جائے گی تو مکمل ماہانہ یا سالانہ آمدن پر ادا کی جائے گی نہ کہ صرف زکوۃ کی مقررہ تاریخ پر موجود مال پر زکوۃ ادا کی جائے گی جیسا کہ اصل سرمائے کی زکوۃ میں ادائیگی کی جاتی ہے۔

شرحِ زکوۃ

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے مطابق تنخواہوں اور افرتوں وغیرہ کی آمدنی پر اڑھائی فیصد زکوۃ عائد ہوتی ہے وہ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

---

12. Aīḍan
13. Aīḍan
14. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/523
15. Aīḍan,1/525

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

"اِنَّ الإيرادات التي لا تُستفاد إلّا بالعمل، مثل رواتب الموظفين وأجور أصحاب المهن الحرّة، فإنَّ الزكاة الواجبة فيها هي رُبُع العُشر؛ لأنَّ عبدَ الله بن مسعود ومعاوية رضي الله عنهما قد فرضا الزكاة على عطايا الجند بهذا المقدار، ثم جرى بعدهما على ذلك الخليفة الراشد عمر بن عبد العزيز رحمه الله. وقياس هذه الإيرادات على العطايا أوْلى من قياسها على عوائد الزروع والثمار. وأمّا دخول إيرادات المباني والمصانع في حكم الزروع والثمار فذلك من جهة أنَّ رأس المال فيها باقٍ، وتُستفاد منه الإيرادات بصورة متجددة۔"[16]

(جو آمدنی صرف عمل سے حاصل ہو جیسے ملازمین کی تنخواہیں اور آزاد پیشوں سے ہونے والی آمدنیاں تو ان پر ربع عشر زکوۃ واجب ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود اور حضرت معاویہ نے لشکر وغیرہ کے عطیات پر اسی حساب سے زکوۃ وضع کی تھی اور نکے بعد خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدلعزیز کا یہی عمل رہا۔ ان آمدنیوں کو عطیات پر قیاس کرنا زیادہ موزوں ہے بہ نسبت اس کے کہ انہیں زرعی پیداوار کی آمدن پر قیاس کیا جائے البتہ زرعی پیداوار پر عمارتوں اور کارخانوں کی آمدنیوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے یعنی وہ راس المال جو خود باقی رہتاہے اور اس سے آمدنی حاصل ہوتی رہتی ہے۔)

مزید یہ کہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے مطابق تنخواہوں اور اجرتوں وغیرہ کی خالص آمدن پر زکوۃ عائد ہوگی اور خالص آمدن کا مفہوم یہ ہے کہ زکوۃ دہندہ پر اگر قرض ہو تو وہ اس سے منہا کرلیا جائے گا اور اس کی اور اسکے اہلِ خانہ کی گزر بسر کی رقم منہا کرلی جائے گی کیونکہ یہ اس کی حقیقی ضرورتوں کے زمرے میں آتی ہے۔ اور زکوۃ اس نصاب پر عائد ہوتی ہے جو حقیقی ضرورتوں کے ماسوا ہو۔[17]

2. مفتی تقی عثمانی

مفتی تقی عثمانی صاحب کے مطابق زکوۃ ہر مال پر فرض نہیں ہے یہ صرف سونا چاندی، زرِ نقد، مواشی، سامانِ تجارت اور زرعی پیداوار پر فرض ہے وہ فرماتے ہیں:

"شرعاً زکوۃ صرف سونے چاندی، نقدی، مال تجارت، زرعی پیداوار اور مویشیوں پر فرض ہوتی ہے دوسری چیزوں پر نہیں، اور کیوں؟" اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی کا حکم اسی طرح ہے"[18]

ایک اور مقام پر مفتی تقی عثمانی صاحب تنخواہوں اور دیگر اجرتوں پر زکوۃ عائد نہ ہونے کی درج ذیل توجیہ پیش کرتے ہیں:

"زکوۃ ایک عبادت ہے یہ اللہ کا عائد کیا ہوا فریضہ ہے بعض لوگ زکوۃ کے اندر اپنی عقل دوڑاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ اس پر زکوۃ کیوں واجب ہے؟ اور فلاں چیز پر زکوۃ کیوں واجب نہیں ہے؟ یاد رکھیے زکوۃ ایک عبادت ہے اور عبادت کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر اللہ کا حکم ماننا ہے مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ سونے چاندی پر زکوۃ واجب ہے تو ہیرے جواہرت پر واجب کیوں نہیں ہے یا پلاٹینم پر واجب کیوں نہیں ہے؟ یہ سوال بالکل ایسا ہی ہے کہ کوئی یوں کہے کہ حالتِ

16. Qarḍāwī, *Fiqh al-Zakāh*, 1/527
17. Qarḍāwī, *Fiqh al-Zakāh*, 1/527
18. Aīḍan, 1/524
19. ʿUthmānī, Muḥammad Taqī, *Fatāwā ʿUthmānī*, Maktabah Maʿārif al-Qurʾān, Karāchī, 2004, ½

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN:3006-6921

سفر میں ظہر، عصر اور عشاء کی نماز قصر ہے یعنی چار کی بجائے دو رکعتیں پڑھنی ہوتی ہیں تو مغرب میں قصر کیوں نہیں ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ ایک آدمی ہوائی جہاز میں فرسٹ کلاس کے اندر سفر کرتا ہے اور اس سفر میں اس کو کوئی مشقت بھی نہیں ہوتی مگر نماز آدھی ہو جاتی ہے اور کراچی میں بس کے اندر بڑی مشقت کے ساتھ سفر کرتا ہوں مگر میری نماز آدھی کیوں نہیں ہوتی؟ ان سب کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ سب اللہ کے بنائے ہوئے ہوئے عبادت کے احکام ہیں عبادات میں ان احکام کی پابندی کرنا ضروری ہے ورنہ وہ کام عبادت نہیں رہے گا۔"(19)

لہذا مندرجہ بالا استدلال کی بناء پر مفتی تقی عثمانی صاحب تنخواہوں اور دیگر آزاد پیشوں یا اجرتوں پر زکوۃ کے وجوب کے قائل نہیں ہیں۔

3. علامہ خالد سیف اللہ رحمانی

علامہ خالد سیف اللہ رحمانی صاحب بھی مفتی تقی عثمانی صاحب کی طرح تنخواہوں اور دیگر آزاد پیشوں کی آمدنی پر وجوبِ زکوۃ کے قائل نہیں ہیں۔ وہ اپنے فتاوی میں اموالِ زکوۃ کی درج ذیل تفصیل بیان کرتے ہیں:

"شریعت نے ہر مال میں زکوۃ واجب نہیں کی بلکہ خاص خاص اموال ہی میں زکوۃ واجب ہے اور وہ یہ ہیں: معدنی اشیاء: سونا چاندی، کاغذی نوٹ، اور رائج الوقت سکے سونا چاندی ہی کے حکم میں آتے ہین۔ سامانِ تجارت: کوئی بھی سامان جس کی خرید و فروخت کی جائے۔ مویشی: اونٹ، بھینس، گائے، بیل، بھیڑ، بکریاں، گھوڑے زمینی پیداوار: تمام اجناس، پھل اور ترکاریاں۔"(20)

4. جاوید احمد غامدی

جاوید احمد غامدی صاحب کے مطابق ملازمین کی تنخواہوں اور اہلِ فن کی اجرتوں کو پیداوار پر ہی قیاس کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان ذرائع سے بھی آمدن نو بہ نو پیداوار ہی کی طرح حاصل ہوتی رہتی ہے۔ اس اصول کی وہ اپنی کتاب میزان میں یوں وضاحت کرتے ہیں:

"جو کچھ صنعتیں اس زمانے میں وجود میں لاتیں اور اہل فن اپنے فن کے ذریعے سے پیدا کرتے اور جو کچھ کرائے، فیس اور معاوضہ خدمات کی صورت میں حاصل ہوتا ہے، وہ بھی اگر مناط حکم کی رعایت محوظ رہے تو پیداوار ہی ہے۔ اس وجہ سے اس کا الحاق اموال تجارت کے بجائے مزروعات سے ہونا چاہیے اور اس معاملے میں وہی ضابطہ اختیار کرنا چاہیے جو شریعت نے زمین کی پیداوار کے لیے متعین کیا ہے۔"(21)

جاوید احمد غامدی صاحب کے مطابق پیداور وآمدن پر زکوۃ، پیداوار یا آمدن حاصل ہوتے ہی فوراً عائد ہو جاتی ہے اس کے لیے سال بھر انتظار نہیں کیا جاتا اور کون سی پیداوار پر کیا شرحِ زکوۃ عائد ہوگی اس سے متعلق جناب جاوید احمد غامدی صاحب اپنی کتاب میزان میں درج ذیل اصول بیان کرتے ہیں:

"پیداوار میں اگر وہ اصلاً محنت یا اصلاً سرمایے سے وجود میں آئے تو ہر پیداوار کے موقع پر اس کا دس فی صد، اور اگر محنت اور سرمایہ دونوں کے تعامل سے وجود میں آئے تو ۵ فی صد، اور دونوں کے بغیر محض عطیہ خداوندی کے طور پر حاصل ہو جائے تو ۲۰ فی صد ہو گی۔"(22)

---

20. www.deeneislam.com, *Zakāt ke Jadīd Masāʾil*, Muftī Taqī ʿUthmānī, p. 2
21. Raḥmānī, Khālid Sayfullāh, *Kitāb al-Fatāwā*, Karāchī: Zamzam Publishers, 2003, 3/261
22. Ghāmidī, Jāwid Aḥmad, *Mīzān*, Lāhawr: al-Mawrid, 2008, p. 355
23. Aīḍan

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

جاوید احمد غامدی صاحب کے اس اصولی نقطہ نظر کو مد نظر رکھیں تو انکے مطابق تنخواہ دار طبقے اور آزاد پیشوں کی آمدن پر دس فیصد ماہانہ زکوۃ عائد ہوتی ہے تاہم انکے مطابق حکومت کی طرف سے وصول کیا جانے والا ٹیکس اس زکوۃ میں سے منہا کیا جا سکتا ہے۔(23)

معاصر آراء پر نقد و تبصرہ:

تنخواہوں اور آزاد پیشوں کی آمدنی پر زکوۃ کے بارے میں معاصر علماء کی آراء کا اگر تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان سب کی بنیاد مختلف فقہی اصولوں اور معاشرتی حالات کے ادراک پر ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اس موضوع پر سب سے زیادہ جرات مندانہ اور وسیع موقف اختیار کیا ہے۔ ان کے نزدیک اجرت، تنخواہ یا آزاد پیشہ ورانہ آمدنی سب مالِ مستفاد کے زمرے میں آتی ہے اور اس پر سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ قرآن نے "مِمَّا كَسَبْتُمْ" کے عام الفاظ استعمال کیے ہیں جن میں ہر طرح کی آمدنی شامل ہے۔ اسی طرح وہ عطایا الجند (فوجی تنخواہوں) پر صحابہ کے فیصلے کو نظیر بناتے ہوئے ربع العشر یعنی ڈھائی فیصد زکوۃ کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک اس اصول کا فائدہ یہ ہے کہ زکوۃ کا دائرہ وسیع ہوگا، دولت کا بہاؤ بڑھے گا اور بیت المال کو زیادہ حصہ ملے گا۔ تاہم اس رائے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جمہور فقہاء کے ہاں نقود اور اجرت پر سال گزرنے کی شرط صراحت کے ساتھ موجود ہے، اور اس کو ختم کرنا فقہی روایت سے انحراف ہے۔ اسی طرح اجرت کو عطایا پر قیاس کرنا بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ تنخواہ اور فوجی وظیفے میں نوعی فرق ہے۔

اس کے برعکس مفتی تقی عثمانی اور علامہ خالد سیف اللہ رحمانی دونوں جمہوری اور موروثی فقہی منہج پر قائم ہیں۔ ان کے نزدیک زکوۃ منصوص العبادات ہے اور اس میں اپنی طرف سے توسیع یا کمی بیشی درست نہیں۔ اس لیے زکوۃ صرف ان ہی اموال پر ہے جن پر نصوص وارد ہوئی ہیں، یعنی سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت، زرعی پیداوار اور مویشی۔ اجرت اور تنخواہ بذاتِ خود زکوۃ کے قابل نہیں بلکہ اگر یہ نقدی کی شکل میں جمع ہو جائے اور نصاب کو پہنچ جائے تو سال گزرنے کے بعد ڈھائی فیصد دینا ہوگا۔ ان حضرات کا موقف فقہی تسلسل اور روایت کے ساتھ ہم آہنگ ضرور ہے لیکن جدید معیشت میں جہاں اکثریت صرف تنخواہ پر گزر بسر کرتی ہے، یہ منہج عملی طور پر زکوۃ کی وسعت اور اس کی معاشرتی افادیت کو محدود کر دیتا ہے۔

اس سے مختلف زاویہ جاوید احمد غامدی صاحب کا ہے۔ وہ اجرت اور آزاد پیشوں کی آمدنی کو براہِ راست پیداوار پر قیاس کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک چونکہ یہ آمدن بھی نو بہ نو پیدا ہوتی ہے اس لیے اس پر زرعی پیداوار ہی کی طرح شرحِ زکوۃ عائد ہوگی، یعنی اگر صرف محنت ہے تو دس فیصد، اگر محنت اور سرمایہ دونوں شامل ہیں تو پانچ فیصد۔ اس طرح ان کے نزدیک تنخواہ دار طبقے اور آزاد پیشہ ور سب کی آمدنی پر ہر ماہ زکوۃ واجب ہوگی۔ مزید یہ کہ وہ حکومت کے ٹیکس کو اس زکوۃ سے منہا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ان کا موقف اپنی سادگی اور انتظامی سہولت کے باعث پرکشش ہے لیکن اس پر بھی یہ اعتراض ہے کہ نقود اور اجرت کو زرعی پیداوار پر قیاس کرنا فقہی اصول کے لحاظ سے ایک نیا اجتہاد ہے، جو جمہور روایت سے مختلف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کم آمدنی اور زیادہ اخراجات والے طبقے پر یہ شرح بہت زیادہ بوجھ بھی بن سکتی ہے۔

ان چاروں آراء کا تقابلی مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ القرضاوی اور غامدی کا منہج زکوۃ کو جدید معیشت میں زیادہ فعال اور وسیع بنانے کے لیے ہے جبکہ تقی عثمانی اور خالد سیف اللہ رحمانی کا منہج فقہی روایت کی پاسداری اور عبادات کے توقیفی دائرے میں رہنے پر مبنی ہے۔ ایک طرف وسعت اور سہولت ہے

24.www.ghamdi.org

مگر روایت سے انحراف کا خدشہ، اور دوسری طرف روایت کی پاسداری ہے مگر سماجی ضرورتوں سے مطابقت کم۔ اس لیے ایک متوازن راہ شاید یہی ہو کہ اصل نصوص اور جمہور فقہاء کے منہج کو بنیاد رکھا جائے لیکن ریاستی اور اجتماعی سطح پر، جہاں ممکن ہو، القرضاوی طرز کا انکم و دھولڈنگ زکوٰۃ ماڈل بطور اختیاری نظام نافذ کیا جائے تاکہ دونوں پہلوؤں کا امتزاج قائم ہو۔

References

1. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, Bayrūt: Muʾassasat al-Risālah, 1973, 1/513Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520
2. Al-Baqarah, 2:267
3. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520
4. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520
5. Aīḍan (i.e., ibid.)
6. Aīḍan
7. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520
8. Al-Baqarah, 2:3
9. Aīḍan
10. Aīḍan
11. Qarḍāwī, Yūsuf, *Fiqh al-Zakāh*, 1/520
12. Aīḍan
13. Aīḍan, 1/523
14. Aīḍan, 1/525
15. Qarḍāwī, *Fiqh al-Zakāh*, 1/527
16. Qarḍāwī, *Fiqh al-Zakāh*, 1/524
17. ʿUthmānī, Muḥammad Taqī, *Fatāwā ʿUthmānī*, Maktabah Maʿārif al-Qurʾān, Karāchī, 2004, ½
18. www.deeneislam.com, *Zakāt ke Jadīd Masāʾil*, Muftī Taqī ʿUthmānī, p. 2
19. Raḥmānī, Khālid Sayfullāh, *Kitāb al-Fatāwā*, Karāchī: Zamzam Publishers, 2003, 3/261
20. Ghāmidī, Jāwid Aḥmad, *Mīzān*, Lāhawr: al-Mawrid, 2008, p. 355
21. Aīḍan
22. www.ghamdi.org